قرآن حکیم میں علم کے تفسیری معانی

حافظ محمد مشتاق ربانی

عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ علم صرف جاننے کے معنی میں ہی استعمال ہوتا ہے' جبکہ قرآن حکیم میں یہ کئی تفسیری معانی میں استعمال ہوا ہے۔ ایک ہی کلمہ اگر قرآن حکیم میں کئی مقامات پر وارد ہو اور مختلف مفاہیم پیش کر رہا ہو تو اسے ''الوجوہ والنظائر'' کہتے ہیں۔ ایک ہی کلمہ کا مختلف مقامات پر وارد ہونا ''النظائر'' کہلاتا ہے اور اگر وہ مختلف مفاہیم پیش کر رہا ہو تو اسے ''الوجوہ'' کہا جاتا ہے۔ جیسے ابوعبداللہ الحسین بن محمد الدامغانی (ت ۴۷۸ھ) نے ''**الوجوہ والنظائر لالفاظ کتاب اللّٰہ العزیز**'' میں اِتَّقُوْا کے پانچ تفسیری معانی ڈرنا' عبادت کرنا' معصیت سے بچنا' توحید اختیار کرنا اور اخلاص بیان کیے ہیں۔(۱) بعض لوگ الوجوہ والنظائر کو قرآن حکیم کا معجزہ سمجھتے ہیں۔

امام السیوطیؒ نے ''**الاتقان فی علوم القرآن**'' اور امام زرکشیؒ نے ''**البرھان فی علوم القرآن**'' میں مقاتل بن سلیمان (ت ۱۵۹ھ) کی کتاب کے مقدمہ کے حوالہ سے ایک حدیث مرفوع نقل کی ہے جسے ابن سعد نے ابودرداءؓ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ:

((لا یکون الرجل فقیھا کل الفقه حتی یری للقرآن وجوھا کثیرة))(۲)

''کسی شخص کو اس وقت تک مکمل تفقہ حاصل نہیں ہو سکتا جب تک کہ اسے قرآن حکیم کے ایک ہی کلمہ کے مختلف استعمالات کا علم نہ ہو۔''

اس بحث میں ہم دیکھیں گے کہ کلمہ ''علم'' قرآن حکیم میں کس کس مفہوم میں وارد ہوا ہے۔ ڈاکٹر ابوالنصر محمد خالدی (ت ۱۹۸۵م) نے ''**الأشباہ والنظائر فی القرآن**''☆ میں علم کے تین تفسیری معانی (i) الرویة' (ii) العلم بعینه اور (iii) الاذن بتائے ہیں(۳)۔ اسی طرح الدامغانی نے بھی اپنی کتاب ''**الوجوہ والنظائر لالفاظ کتاب اللّٰہ العزیز**'' میں علم کے وہی تین مفاہیم ذکر کیے ہیں(۴) جو مفسر مقاتل بن سلیمان نے ذکر کیے ہیں' لیکن ابوالفرج ابن الجوزی (ت ۵۹۷ھ) نے اپنی کتاب ''نزھة

☆ یہ کتاب درحقیقت مقاتل بن سلیمان بن بشیر الازدی' الخراسانی البلخی (ت ۱۵۰ھ) کی ہے جس کی شرح ڈاکٹر ابوالنصر محمد خالدی نے کی ہے۔

الاعین النواظر فی علم الوجوہ والنظائر'' میں علم کے گیارہ تفسیری معانی لکھے ہیں[٥] جنہیں یہاں ذکر کیا جا رہا ہے۔ ان کے ساتھ جن آیاتِ قرآنیہ کا حوالہ دیا گیا ہے' یہ بھی دراصل ابن الجوزیؒ ہی کی منتخب آیات ہیں' جن سے وہ استدلال کرتے ہیں۔

(١) العلم بعینہ: کسی مادی ومحسوس چیز کو جاننا۔

سورۃ البقرۃ میں فرمایا:

﴿اَوَلَا یَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ مَا یُسِرُّوْنَ وَمَا یُعْلِنُوْنَ﴾

''کیا یہ لوگ نہیں جانتے کہ جو کچھ یہ چھپاتے ہیں اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں' اللہ وہ سب جانتا ہے۔''

اسی طرح سورۃ التغابن میں فرمایا:

﴿یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَیَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ؕ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾

''جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اللہ وہ سب جانتا ہے' اور جو کچھ تم چھپاتے ہو اور جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو وہ سب سے واقف ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں گزرنے والے خیالوں سے بھی آگاہ ہے۔''

واضح رہے کہ علم اپنے اصل مفہوم میں قرآن حکیم میں عام مستعمل ہے۔

(٢) الرؤیۃ: رَأَی یَرَی سے مصدر ہے' بمعنی آنکھوں سے دیکھنا۔

سورۂ محمد میں فرمایا:

﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰی نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِیْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِیْنَ ۙ وَنَبْلُوَا اَخْبَارَكُمْ﴾

''اور ہم تم کو ضرور آزمائیں گے' تاکہ ہم دیکھ لیں تم میں سے جو جنگ کرنے والے ہیں اور صبر کرنے والے ہیں' اور تمہارے حالات جانچ لیں۔''

امام ابن کثیرؒ (ت ٧٧٤ھ) نے ''تفسیر القرآن العظیم'' میں سورۂ محمد (ﷺ) کی اسی آیت (جس کا اوپر ذکر ہوا ہے) کے تحت ابن عباس کے حوالہ سے ﴿نَعْلَمُ﴾ کا مفہوم ''نَرٰی'' لکھا ہے[٦]۔ اکثر مفسرین کرام نے ایسی آیات کے ضمن میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم ازلی اور ابدی ہے' لہٰذا ایسے مقامات پر ظاہر کرنے کا مفہوم ہوتا ہے۔ یہاں پر ڈاکٹر ابوالنصر محمد خالدی کا انتباہ بھی پیش نظر رہے کہ **یَعْلَمُ** کا مترادف ''یَرٰی'' بتانا درست معلوم نہیں ہوتا' بلکہ ﴿لِیَعْلَمَ اللّٰهُ﴾ کی ترکیب میں ہر جگہ نمایاں کرنا یا ممیّز کرنا کے معانی ہوتے ہیں' کیونکہ اللہ کا علم ازلی اور ابدی ہے۔[٧]

(٣) علم بمعنی اِذن (حکم): حکم اور اجازت دونوں مراد لیے جاسکتے ہیں۔

سورۂ ہود میں فرمایا:

﴿فَاِلَّمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَکُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ وَاَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۴﴾﴾

''پس اگر وہ تمہاری بات قبول نہ کریں تو جان لو کہ یہ (قرآن) اللہ کے علم (یعنی اِذن) سے اُترا ہے اور یہ کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں' تو تمہیں بھی اسلام قبول کر لینا چاہیے۔''

ابن جریر الطبری (ت ۳۱۰ھ) اپنی تفسیر ''جامع البیان عن تأویل آی القرآن'' میں ﴿بِعِلْمِ اللّٰهِ﴾ سے مراد اللہ کا حکم لیتے ہیں۔[۸]

اسی طرح سورۃ النساء میں فرمایا:

﴿لٰکِنِ اللّٰهُ یَشْهَدُ بِمَآ اَنْزَلَ اِلَیْکَ اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ ۚ وَالْمَلٰٓئِکَةُ یَشْهَدُوْنَ ۭ وَکَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْدًا ﴿۱۶۶﴾﴾

''لیکن اللہ نے جو کتاب تم پر اتاری ہے اس کی بابت اللہ گواہی دیتا ہے کہ اُس نے اپنے اِذن سے اتاری ہے اور فرشتے بھی گواہی دیتے ہیں۔ اور گواہ تو اللہ ہی کافی ہے''۔

(۴) القرآن: سورۃ البقرۃ میں فرمایا:

﴿وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَکَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ اِنَّکَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۴۵﴾﴾

''اور اگر تم نے اس علم (یعنی قرآن) کے بعد جو تمہارے پاس آ چکا ہے' ان کی خواہشات کی پیروی کی تو یقیناً تمہارا شمار ظالموں میں سے ہوگا۔''

یہ آیت تحویل قبلہ کے پس منظر میں ہے۔ محمود الآلوسی البغدادی (ت ۱۲۷۰ھ) نے ''روح المعانی فی تفسیر القرآن والسبع المثانی'' میں یہاں ''العلم'' سے مراد القرآن لیا ہے۔[۹]

(۵) الکتاب: سورۃ الانعام میں فرمایا:

﴿قُلْ هَلْ عِنْدَکُمْ مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوْهُ لَنَا ۭ﴾ (آیت ۱۴۸)

''کیا تمہارے پاس کوئی علم (یعنی کتاب) ہے جسے ہمارے سامنے پیش کر سکو؟''

اس آیت کا پس منظر یہ ہے کہ ''جو لوگ شرک کرتے ہیں وہ کہیں گے کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم شرک نہ کرتے اور نہ ہمارے باپ دادا شرک کرتے اور نہ ہم کسی چیز کو حرام ٹھہراتے''۔ اس ضمن میں ان سے کہا جا رہا ہے کہ ''کیا تمہارے پاس کوئی علم ہے جسے ہمارے سامنے پیش کر سکو؟'' نواب صدیق حسن خان القنوجی (ت ۱۳۰۷ھ) نے ''فتح البیان فی مقاصد القرآن'' میں ''العلم'' سے مراد یہاں صحیح دلیل کے علاوہ کتاب مراد لی ہے' جس میں یہ درج ہو کہ اللہ تمہارے شرک کے عمل سے راضی ہے۔[۱۰]

(۶) الرسول: سورۂ آل عمران میں فرمایا:

﴿وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًاۢ بَيْنَهُمْ ؕ﴾ (آیت۱۹)

''اس دین سے ہٹ کر جو مختلف طریقے ان لوگوں نے اختیار کیے جنہیں کتاب دی گئی تھی' ان کے اس طرزِ عمل کی وجہ اس کے سوا نہ تھی کہ انہوں نے رسول آ جانے کے بعد' آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ زیادتی کرنے کے لیے ایسا کیا''۔

سورۂ آل عمران میں زیادہ تر مخاطب نصاریٰ ہیں' جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا قرار دیا۔ اس تناظر میں اگر دیکھیں تو ''العلم'' سے مراد ''رسول'' کا مفہوم قریب ترین ہے۔عبدالرحمٰن بن ناصر السعدی (ت ۱۳۹۶ھ) کی تفسیر ''تیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر المنّان'' میں اس آیت کی تشریح سے واضح طور پر مترشح ہوتا ہے کہ وہ ''العلم'' سے مراد یہاں محمد ﷺ لیتے ہیں۔(۱۱)

(۷) التفقّہ: سوجھ بوجھ' گہری بصیرت۔

سورۃ الانبیاء میں فرمایا:

﴿وَلُوْطًا اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا﴾ (آیت۷۴)

''اور لوطؑ کو ہم نے حکم اور علم بخشا''۔

امام القرطبی (ت ۶۸۱ھ) نے ''الجامع لأحکام القرآن'' میں ''عِلْمًا'' سے یہاں ''فھمًا'' مراد لیا ہے(۱۲) لیکن کئی دوسرے مفسرین اس سے علم شریعت اور نبوت مراد لیتے ہیں۔

(۸) العقل: سورۃ القصص میں فرمایا:

﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۚ﴾ (آیت۸۰)

''مگر جو لوگ عقل والے تھے وہ کہنے لگے افسوس تمہارے حال پر' اللہ کا ثواب بہتر ہے اس شخص کے لیے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرے۔''

اس آیت کا پس منظر قارون ہے' جب وہ اپنی دولت کی بھرپور نمائش کے لیے نکلا تو مادہ پرست لوگ اسے اچھی قسمت والا سمجھنے لگے' جبکہ کچھ دوسرے لوگ جو عقل مند تھے' وہ اس کی دولت کو حقیقت کی نظر سے دیکھنے لگے۔سید قطب شہیدؒ نے ''فی ظلال القرآن'' میں یہاں ''العِلم'' کا مفہوم ''الشعور'' لکھا ہے کہ اللہ کے اجر و ثواب کو دنیا کی زیب و زینت سے بلند تر سمجھنے کا شعور ایک بلند مقام ہے' جو صرف صبر کرنے والوں کو ملتا ہے۔(۱۳)

(۹) التمییز: جدا جدا کرنا۔

سورۂ آل عمران میں فرمایا:

﴿وَمَا اَصَابَكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ نَافَقُوْا ۚ﴾ (آیت۱۶۷)

''جو نقصان لڑائی کے دن تمہیں پہنچا وہ اللہ کے اذن سے تھا اور اس لیے تھا کہ اللہ تمیز پیدا کرے کہ تم میں سے مؤمن کون ہیں اور منافق کون۔''

یہ آیت غزوۂ احد کے پس منظر میں ہے۔ امام القرطبیؒ نے اپنی تفسیر ''الجامع لأحکام القرآن'' میں ''لِیَعْلَمَ'' کا مفہوم ''لِیَمِیْزَ'' لکھا ہے۔(١٤)

اس آیت کے ضمن میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ (ت ۱۹۴۹ء) لکھتے ہیں:

''غزوۂ اُحد میں اے مسلمانو! تمہاری وجہ سے صورت حال ایسی ہو گئی کہ کلی غلبہ عطا کرنے میں مصلحت نہ تھی۔ بہر حال جو کچھ ہوا اللہ تعالیٰ کے حکم و مشیت سے ہوا' جس کا سبب تم تھے اور حکمت یہ تھی کہ ایک طرف ہر مؤمن و مخلص کے ایمان و اخلاص اور دوسری جانب ہر منافق کا درجہ ظاہر ہو جائے' کھرے کھوٹے اور کچے پکے میں کسی کو کچھ التباس نہ رہے''۔(١٥)

اس اقتباس سے بھی پتہ چل رہا ہے کہ مولاناؒ ''یعلم'' کا مطلب تمیز پیدا کرنا لے رہے ہیں۔

(۱۰) الفضل: ایسی خوبی جس کی بنا پر کسی کو دوسرے پر ترجیح حاصل ہو۔

سورۃ القصص میں فرمایا:

﴿قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰي عِلْمٍ عِنْدِيْ ۭ﴾ (آیت ۷۸)

''اس نے کہا: یہ سب کچھ تو مجھے اس فضل کی بنا پر دیا گیا ہے جو مجھ کو حاصل ہے۔''

یہ آیت قارون کے بارے میں ہے کہ اُس نے کہا کہ میرے اندر جو صلاحیتیں اور قابلیت ہے' اس کی بنا پر مجھ پر فضل کیا گیا۔ گویا یہاں ''علم'' کا مفہوم ''الفضل'' ہے' جیسا کہ ابن عادل الحنبلی (ت ۸۸۰ھ) نے ''اللّباب فی علوم الکتاب'' میں البغویؒ کے حوالے سے الفضل مراد لیا ہے(١٦)۔ لیکن اکثر مفسرین نے لکھا ہے کہ قارون علم کیمیا کا ماہر تھا اور وہ دولت کمانے کے ڈھنگ سے بخوبی واقف تھا' گویا اسے حسن تدبیر کا ملکہ اور مہارتِ فن حاصل تھا۔ لہٰذا اس نے کہا کہ یہ دولت میری صلاحیتوں کا نتیجہ ہے۔ اس طرح کا مفہوم رکھنے والی آیت سورۃ الزمر میں بھی ہے:

﴿فَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا ۡ ثُمَّ اِذَا خَوَّلْنٰهُ نِعْمَةً مِّنَّا ۙ قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰي عِلْمٍ ۭ﴾ (آیت ۴۹)

''پس جب انسان کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو ہمیں پکارتا ہے' پھر جب ہم اسے اپنی طرف سے کوئی خاص نعمت عطا کرتے ہیں تو کہتا ہے کہ یہ تو مجھے علم کی بنا پر دیا گیا ہے۔''

اس آیت میں ''عَلٰی عِلْمٍ'' سے الزمخشری (ت ۵۳۸ھ) نے ''الکشاف'' میں فضل و استحقاق کا مفہوم بیان کیا ہے۔(١٧)

(۱۱) جسے وہ علم سمجھتے ہیں حقیقت میں جہالت ہے؟: سورۃ المؤمن (غافر) میں ارشاد ہے:

﴿فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ......﴾ (آیت ۸۳)

''جب ان کے رسول ان کے پاس بینات لے کر آئے تو وہ اسی علم میں مگن رہے جو اُن کے پاس تھا......''

﴿بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ﴾ کا ایک مفہوم ابن عادل الحنبلیؒ (ت ۸۸۰ھ) نے اپنی تفسیر ''اللباب فی علوم الکتاب'' میں ''لیس عندھم علم'' ''یعنی انہیں علم حاصل نہیں''[۱۸] بتایا ہے۔ گویا وہ اپنے طور پر جسے علم سمجھ رہے ہیں حقیقت میں وہ علم نہیں ہے۔ جیسا کہ مفتی محمد شفیعؒ (ت ۱۹۷۶م) نے ''معارف القرآن'' میں بحوالہ تفسیر مظہری لکھا ہے کہ ''یہ علم جس پر کفار خوش اور مگن تھے اور اس کے مقابلہ میں انبیاء کے علوم کو رد کرتے تھے، یا تو ان کا جہل مرکب تھا کہ ناحق اور باطل کو حق و صحیح سمجھ بیٹھتے تھے، جیسے یونانی فلاسفہ کے بیشتر علوم و تحقیقات جو الٰہیات سے متعلق ہیں، اسی نمونہ کی ہیں، جن کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ ان کو جہل مرکب تو کہہ سکتے ہیں مگر ان کا نام علم رکھنا علم کی توہین ہے یا پھر ان کے اس علم سے مراد دنیا کی تجارت، صنعت وغیرہ کا علم ہے، جس میں یہ لوگ فی الواقع ماہر تھے اور قرآن حکیم نے ان کے اس علم کا ذکر سورۃ الروم میں اس طرح فرمایا ہے:

﴿يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ ۝۸﴾

''وہ لوگ دنیا کی زندگی کا بس ظاہری پہلو جانتے ہیں، اور آخرت سے وہ خود ہی غافل ہیں۔''

متذکرہ بالا آیت میں بھی اگر یہی علم ظاہر دنیا کا مراد لیا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ یہ لوگ چونکہ قیامت اور آخرت کے منکر اور وہاں کی راحت سے جاہل و غافل ہیں، اس لیے اپنے اسی ظاہری ہنر پر خوش اور مگن ہو کر انبیاء کے علوم کی طرف توجہ نہیں دیتے۔[۱۹]

یاد رہے کہ علم کے جو گیارہ معانی بیان کیے گئے ہیں، یہ ابن الجوزیؒ کے نزدیک ہیں، جن کی تائید اور توثیق دیگر مفسرین سے بھی ہوگئی ہے۔ لیکن ضروری نہیں کہ ہر صاحب تفسیر نے ان مقامات و مواضع پر وہی معانی لیے ہوں جو ابن الجوزیؒ بیان کرتے ہیں۔ ان کے علاوہ دیگر تفسیری معانی کی گنجائش کا بھی انکار نہیں کیا جا سکتا۔ جیسا کہ علم ''یقین'' کے مفہوم میں بھی وارد ہوا ہے۔ سورۃ الممتحنۃ میں ہے:

﴿فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ﴾ (آیت ۱۰)

''پس اگر تمہیں معلوم ہو جائے کہ وہ مؤمن ہیں''۔

یہاں پر عربی کی مشہور لغت ''المعجم الوسیط'' میں عَلِمْتُمُوْهُنَّ کا مفہوم ''ان کے بارے میں یقین ہو جائے''[۲۰] لکھا ہوا ہے۔ سورۃ الانبیاء کی آیت ﴿وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا﴾ (آیت ۷۹) میں ''عِلما'' سے مراد مولانا امین احسن اصلاحی (ت ۱۹۹۷م) ''نبوت'' کا مفہوم لیتے ہیں[۲۱]۔ (واللہ اعلم)

مال و دولت، عزت، قوت اور تندرستی وغیرہ کی طرح علم بھی ایک نعمت خداوندی ہے۔ یہ علم صرف کسی ڈگری کے حاصل ہو جانے کا نام نہیں ہے، نہ ہی اس کو صرف سائنسی علوم تک محدود کیا جا سکتا ہے، اور نہ ہی

سائنس کو علم کے زمرے سے نکالا جا سکتا ہے' بلکہ یہ ایک جامع اصطلاح ہے' جس کا ذریعہ وحی الٰہی اور ذہنی جستجو ہے۔ اس وقت انسانی علم نبوت و رسالت اور وحی الٰہی سے اپنا ناطہ توڑ چکا ہے اور صرف اس ظاہری کائنات تک محدود ہو چکا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اس موجودہ علم میں وحی کی پیوندکاری کی جائے۔ جیسا کہ علامہ محمد اقبال (ت ۱۹۳۸ء) ''بالِ جبریل'' میں فرماتے ہیں:

عِشق کی تیغ جگر دار اُڑا لی کس نے؟
عِلم کے ہاتھ میں خالی ہے نیام اے ساقی(۲۲)

اسی طرح وہ ضرب کلیم میں نظم ''علم اور دین'' میں فرماتے ہیں:

وہ علم ، کم بصری جس میں ہمکنار نہیں
تجلیاتِ کلیم و مشاہداتِ حکیم(۲۳)

حواشی

(۱) الدامغانی' ابوعبداللّٰہ' الحسین بن محمد' الوجوہ والنظائر لالفاظ کتاب اللّٰہ العزیز' ص ۸۷۔
(۲) السّیوطی' جلال الدین' الاتقان فی علوم القرآن' ۱/۴۲۹۔ الزرکشّی' بدر الدین محمد بن عبداللّٰہ' البرھان فی علومِ الکتاب' ج۱'ص۱۰۲۔
(۳) ابوالنّصر محمد خالدی' الأشباہ والنظائر فی القرآن' ص ۴۰۷۔
(۴) الدامغانی' الوجوہ والنظائر لالفاظ کتاب اللّٰہ العزیز' ص ۳۳۴۔
(۵) ابن الجوزی' ابوالفرج عبدالرحمٰن' نزھۃ الاعین النواظر فی علمِ الوجوہ والنظائر' ص ۴۵۱۔
(۶) امام ابن کثیر' تفسیر القرآن العظیم' ج۴' ص۲۳۱۔
(۷) ابوالنّصر محمد خالدی' الأشباہ والنظائر فی القرآن' ص ۴۰۸۔
(۸) ابن جریر الطّبری' جامعُ البیان عن تاویل آی القران' ج۷'ص۴۵۹۰۔
(۹) محمود الالوسی البغدادی' روح المعانی فی تفسیر القرآن والسبع المثانی' ج۲'ص۱۳۔
(۱۰) القنوجی' ابوالطیب صدیق بن حسن بن علی الحسین البخاری' فتح البیان فی مقاصد القرآن' ج۴'ص۲۶۹۔
(۱۱) السعدی' عبدالرحمٰن بن ناصر' تیسیر الکریم فی تفسیر کلام المنان' ج۱'ص۳۶۶۔
(۱۲) القرطبی' ابوعبداللّٰہ محمد بن احمد الانصاری' الجامع لاحکام القرآن' ج۶' ص ۲۰۲۔
(۱۳) سید قطب شھید' فی ظلال القرآن' ج۶' ص ۹۵۔
(۱۴) امام القرطبی' الجامع لأحکام القرآن' ج۲' ص ۱۷۰۔
(۱۵) شبیر احمد عثمانی' تفسیر عثمانی' سورۃ آل عمران کی آیت ۱۶۷ کا حاشیہ۱' ص ۹۳۔
(۱۶) ابن عادل الحنبلی' اللّباب فی علوم الکتاب' ج۱۵' ص ۲۹۲۔

(۱۷) الزمخشری، ابوالقاسم جار اللّٰہ محمود بن عمر بن محمد، الکشّاف عن حقائق غوامض التنزیل وعیون الاقاویل فی وجوہ التأویل، ج٤، ص ١٢٨۔

(۱۸) ابن عادل الحنبلی، اللّباب فی علوم الکتاب، ج١٧، ص ٩٣۔

(۱۹) مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، ج٧، ص ٦٢٣۔

(۲۰) الدکتور ابراھیم وآخرون، المعجم الوسیط، ج٢، ص ٦٢٤۔

(۲۱) مولانا امین احسن اصلاحی، تدبر قرآن، ج٥، ص ١٧٢۔

(۲۲) علامہ محمد اقبال، بال جبریل، ص ١٢۔

(۲۳) علامہ محمد اقبال، ضربِ کلیم، ص ٢٦۔

بقیہ : حرفِ اوّل

زیرِنظر شمارے میں بعض نئے نکات اور تصریحات کے علاوہ ایک معروف فقہی دبستان یعنی حنفی مکتبِ فکر کے تصورِ سُنّت کو موصوف نے اپنے مخصوص انداز میں نکھار کر پیش کیا ہے۔

عصرِ حاضر کی بعض احیائی تحریکوں سے وابستہ کچھ جوشیلے نوجوانوں کے خیال میں مسلح جدّوجہد ہی اسلامی انقلاب برپا کرنے کا واحد راستہ ہے۔ دعوت و تبلیغ اور اس کے نتیجے میں پیش آنے والی مشکلات پر صبر و مصابرت کا رویہ ان کے نزدیک ناقابلِ عمل ہے کیونکہ ان کے مطابق یہ ''مکّی دور'' سے متعلق تھا جو کہ اب منسوخ ہو چکا ہے۔ جناب اویس پاشا نے اپنے مضمون ''غلبہ اسلام کا طریقہ کار۔ ایک اشکال کا جائزہ'' میں اسی غلط فہمی کا ازالہ کیا ہے۔ ادبیت کا رنگ لیے ہوئے یہ تحریر سنجیدہ اور علمی انداز میں لکھی گئی ہے۔

مستقل سلسلوں میں جناب لطف الرحمٰن خان کا ''ترجمہ قرآن مجید مع صرفی و نحوی تشریح''، حکمتِ نبویؐ کے تحت جناب محمد یونس جنجوعہ صاحب کی تشریح حدیث اور تبصرۂ کتب بھی شمارے کا حصہ ہے۔ علاوہ ازیں محترم ڈاکٹر اسرار احمد حفظہ اللہ کا انگریزی دورۂ ترجمۂ قرآن The Message of The Quran بھی شاملِ اشاعت ہے جو انگریزی دان طبقے کے لیے فہمِ قرآن کا ایک مفید ذریعہ ہے۔

باری تعالیٰ ہم سب کی کاوشوں کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور ہمیں ہر لحہ اپنی مرضیات سے نوازتا رہے۔

آمین یا اللہ العالمین!

میثاق، حکمت قرآن اور ندائے خلافت کے انٹرنیٹ ایڈیشن
تنظیم اسلامی کی ویب سائٹ www.tanzeem.org پر ملاحظہ کیجیے۔